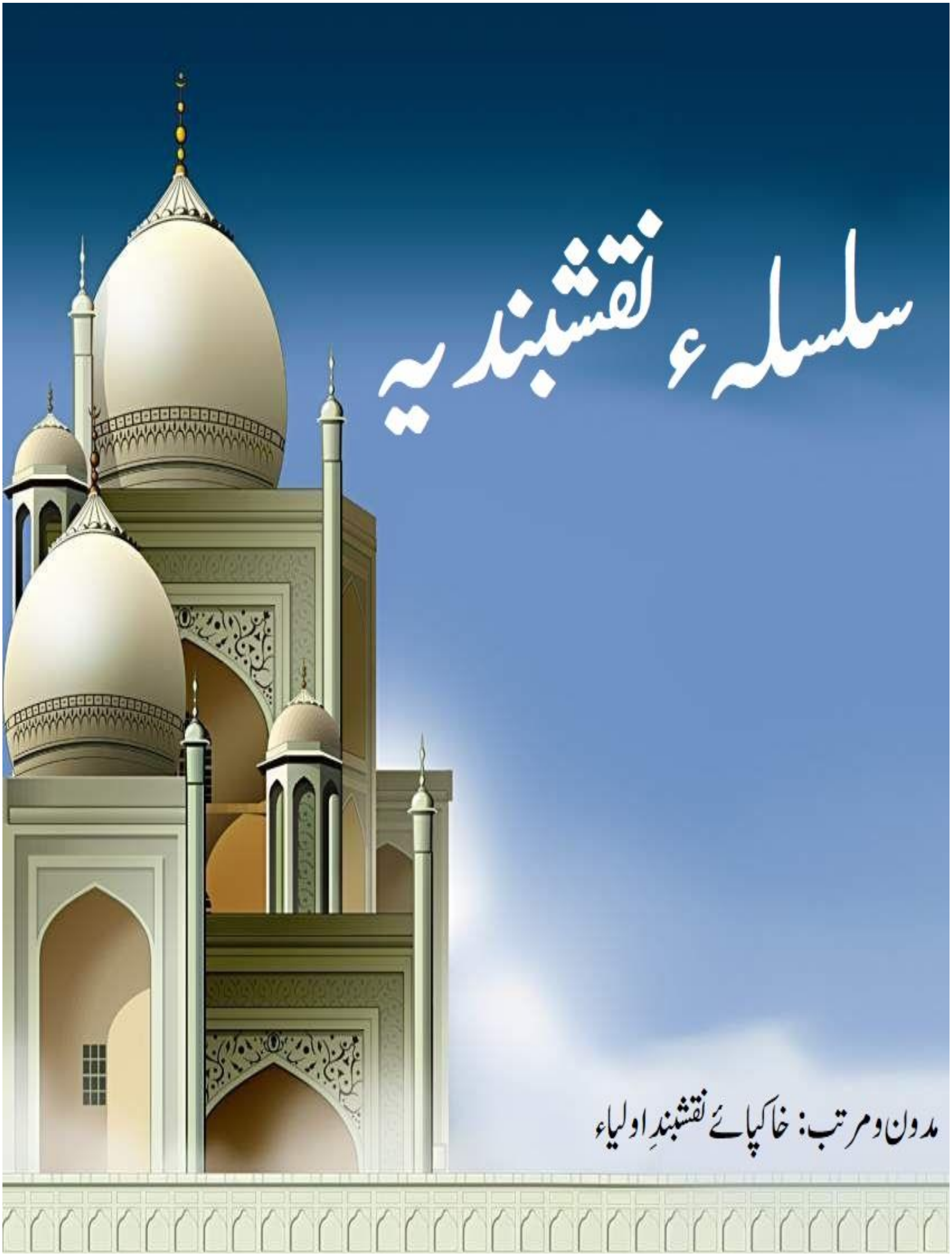
سلسلہء نقشبندیہ
مدون و مرتب: خاکپائے نقشبندِ اولیاء

باب چہارم

سلسلہ ءِ نقشبندیہ

مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

خدا تک لے جانے والے راستوں میں طریقہء نقشبندیہ سب سے اقرب طریق ہے

حضرت مجددؒ مکتوبات شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے کیونکہ اس سلسلے میں حضور ﷺ کی جناب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیلہ ہیں۔طبعاً وسیلہ جس قدر قوی ہو گا راہِ وصول بھی اتنی ہی اقرب ہو گی اور قطع منازل (منزلوں کا طے ہونا) اتنا ہی جلدی ہو گا چونکہ ہماری نسبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو تمام پیغمبروں کے بعد افضل البشر ہیں اس لیے ان کے ساتھ نسبت (یعنی دوام آگہی یا دوام حضور) یقیناً سب آگاہیوں اور نسبتوں سے افضل ہے۔

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ درج بالا طریق موصل ہے (وصل حاصل کرانے والا) اور یہاں عدم وصولی کا احتمال نہیں کیونکہ نقشبندی سالکوں کا پہلا قدم جذبہ ہے جو وصول الی اللہ کی دہلیز ہے اور سالک فوراً (پہلے قدم پر ہی) وصول الی اللہ کی دہلیز پر پہنچ جاتا ہے۔اس طریق میں سلوک اور جذبہ دونوں ملے جلے رہتے ہیں کیونکہ اس میں نہ سلوک خالص ہے اور نہ جذبہ محض ہے۔ شیخ کی صحبت میں رہ کر سالک اگر وہ شرائط جو مشائخ نے ضروری قرار دی ہیں بجالائے تو سالک واصل ہو جاتا ہے۔جذبہ وسلوک میں فرق نیچے ملاحظہ فرمائیں)

خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے بارگاہ رب العزت میں دعاء کی تھی کہ مجھے ایسا طریقہ عطا فرمایا جائے جو اقرب اور موصل ہو۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کو راہ سلوک پر جذبے کی تقدیم کا الہام ہوا (یعنی مریدوں میں سلوک سے پہلے جذبہ پیدا کیا جائے) جبکہ دوسرے طریقوں میں سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اور پہلے محنت شاقہ اور ریاضتوں میں ڈالتے ہیں یعنی اربعین بیداری (چالیس دن رات جاگنے) اور گرسنگی (بھوکا رہنے) کا حکم دیتے ہیں دوسروں طریقوں میں پہلے مرید کے خصائل اور نفس کو مصفا کیا جاتا ہے اور جب مرید نفس کی طہارت کے بعد اپنے سے باہر عالم مثال میں دیکھتا ہے مثلاً ستارہ یا ہلال یا ماہ ناقص یا ماہ کامل یا آفتاب تو اس کے بعد شیخ اس کو فنا اور تصفیہء نفس کی بشارت دیتا ہے۔اس طریقہ کو سلوک کہتے ہیں اور اس سیر کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔(کیونکہ مرید احوال اور انوار میں سے جو کچھ دیکھتا ہے آفاق میں دیکھتا ہے) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کو اسم ذات کا ذکر تلقین کرتے ہیں اور محض اپنی توجہ سے ہی مرید کے عالم امر کے لطائف کے تزکیہ میں مشغول ہوتا ہے، یہاں تک کہ مرید فنا اور بقا کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اسے جذبہ کہتے ہیں اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں کیونکہ اس سیر میں طالب جو کچھ استنارت (نور طلب کرنا) ترقی اور وصولی و فنا دیکھتا ہے اپنے اندر دیکھتا ہے۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس سیر کو انفسی اس لیے فرماتے ہیں کہ انفس اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کے ظلال وعکوس کے آئینے ہو جاتے ہیں نہ یہ کہ سالک کی سیر نفس میں ہوتی ہے (یہاں ظلال کی سیر انفس کے آئینوں میں ہوتی ہے) عام آدمی، جس کو کشف نہیں ہوتا، اس کی دعا کی قبولیت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کو دعا میں لذت آتی ہے اور دل لگتا ہے جن لوگوں پر انکشاف ہوتا ہے وہ یا تو اللہ کی طرف سے کوئی ندا سن لیتے ہیں کہ تمہاری دعا قبول کی گئی ہے یا ان پر قبولیت کی تجلّی جو لذت اور سرور والی ہو وارد ہونے لگتی ہے اور وہ اس کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔

جذبہ اور سلوک میں فرق

خواجگان نقشبند قدس سرھم کے طریقے اسم ذات (اللہ) کا ذکر سیکھنے سکھانے اور نفی اثبات کی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (حضرات القدس ص168 جلد دوم) نقل کیا گیا ہے کہ جو کچھ ہم کو کشف سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اسم ذات کو جذبے سے زیادہ مناسبت ہے جبکہ ذکر نفی اثبات کو سالک سے منسوب کرتے ہیں۔چونکہ جذبے کا مقام مبتدی کے حال کے زیادہ مناسب ہے اس لیے طریقہء نقشبندیہ کے مبتدیوں کے لیے اسم ذات یعنی لفظ "اللہ" کے تکرار کرنے کی تاکید کی جاتی ہے اور یہی ان کے لئے بھی بہتر ہے جب کوئی سالک راہ سلوک میں قدم رکھے تو اس وقت نفی اثبات لا الہ الا اللہ کا ذکر اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے اور اس وقت اس ذکر کو بڑھا دیا جاتا ہے۔

مکتوب 221

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالوں کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہاء اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں اور سفر در وطن میں اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں اور اس بیان کہ اس طریق میں سیر کی ابتداء عالم امر سے ہے اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کے ابتدا میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی فقدان جو نا امیدی کے لوازم سے ہے اور ایسا

ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب وشہود ہے اور انتہا میں بعد وحرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال وصوابدید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق ومعرفتوں کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے اور اس طریق میں پیری ومریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے اور نہ کلاہ وشجرہ پر اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبیہا والصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرّف پر منحصر ہے اور جس طرح بزرگوار نسبت عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے اور اس کے مناسب میں سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا ہے

"الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین والہ الطاھرین و علیھم اجمعین"

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا اور اس طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے عظام کے تمام طریقوں کی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لیے مطلب کو مد نظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کے بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند ومعارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم ومعارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے مصارف اختیار کرنا دو باتوں سے ہے ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ اس کو بالفعل دور از کار دکھائی دیتے ہیں دوسرا یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے **السیف الضارب**(تلوار مارنے والے کے لیے ہے) مثل مشہور ہے۔

(اے برادر! اس بلند طریق کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم والصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے۔ بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں درج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں

"قیاس کن زگستان من بہار مرا"

ترجمہ: قیاس کرلے گلستان تو بہار مری

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہوگی۔

حالانکہ لیس وراہ العبادان فریۃ(جزیرۂ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہوجائے وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی حدیث مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا ہونا ہے پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارے کلام وہ اشارہ ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کو جمع ہونے کے ضدین خیال کریں اور محالات کی قسم جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعویٰ کرتی ہے یاس کو خرمان جانتی ہے اور وہ گروہ جو اس کے مدعی ہیں وصل کو عین فصل خیال کرتے ہیں یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس اعلیٰ مقام کا ایک پر تو ان کے باطن پر چمکا ہے جس کو بعض نے اصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفادت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے ایک گروہ کی استعداد کی مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔ اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہوگیا، کیونکہ وصل مطلق اور ہے وصل عریاں اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور وصل عریانی سے ہماری مراد ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں اس لئے ان سب تجلیات وظہور سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے خواہ یہ تجلی وظہور امکانی آئینوں میں ہو خواہ وجوبی مظہروں میں کیوں کہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر پوچھیں کے اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماء وصفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔

اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں اور وصل عریانی حاصل نہیں بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماء وصفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہو گی اور اگر کہا جائے کہ کی تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے شرح معمات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی کیوں کے اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لیے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کے اللہ تعالیٰ چاہے اور یہاں سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں گے ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کے تجلیات اگر معنی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات صفات ہیں اور اگر غیر زائدہ معنی کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کے وحدت کے ظہور کو جو تعین اول ہے اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ تقدس سے جہاں ممانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہو یا غیر زائد کیوں کے معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وہ وصول میسر ہوا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچون وبیچگون ہے اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ **لایحمل عطابا الملک الا مطا یاہ** بادشاہوں کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس　　ہست رب الناس راباجان ناس

ترجمہ: جان انسان سے خدا کا اس طرح ہے اتصال

جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

اس طریقہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنے نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ سب نے اپنے طریق کے ابتداء کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو تو ان کی نہایت بھی اسی ہدایت کے مناسب ہونی چاہیے اور وہ وہی ہے جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کی ہے۔

اگر بادشاہ بر در پیرزن بیاید توائے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطان توائے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان

اللہ سبحانہ الحمدوالمنعہ علی ذالک "اس بات پر اللہ کی حمد اور احسان ہے"

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں تو نزدیکی ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ تو اللہ کے حبیب ﷺ کے صدقے سے نہایت النہات تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔ اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے جو سیر انفسی سے مراد ہے اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں سے ثابت ہے لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے اور اس طریقہ میں ابتدا اس سیر سے ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے جو سفر در وطن پر متفرع ومرتب ہے جس سے سفر در وطن میسر ہو جائے خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتداء ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لئے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور متکلم ومخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط میں ہی ہے اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت سے ہے اور نفس غفلت میں حاضر ہے اور اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ وعدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تفرقہ وعدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ **"واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتلا"** اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں کیوں کہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لیے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لئے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لیے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ **"الیہ یر جع الامر کلہ فاعبدہ و توکل علیہ وما ربک بغافل عما تعملون"** "سب امر اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اس پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔"

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ کیوں کہ اقرب اور موصل نہ ہو جبکہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی ہو خود اندھا نہیں خورشید پھر مجرم

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق اور اس طریق میں ابتداء میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں ناامیدی اور بے مزگی اور فقدان جو ناامیدی کے لوازم سے ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت و وجدان اور ایسا ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بعد حرمان برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

بس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہئے اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیے کیو کہ قرب و شہود اور حلاوت و وجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں اور بعد و خرمان اور بے حلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں عقل مند اس بات کو سمجھتے ہیں

اور اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیاء کی بے ہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور اس وقت استمراری وہ تجلی ذاتی دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کے لیے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے بدتر ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کام اس سے بلند تر ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ کلاہ شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں موسوم ہے حتیٰ کہ ان میں متاًخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔

پیر اول کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اس بات کی تجویز کے لئے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک خرقہ لے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے بلکہ رواں ہے کہ حلقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھیں اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کے مشائخ متعدد اسے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔

بیعت:

جاننا چاہیے پیر وہ ہے جو مرید حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ برخلاف پیر خرقہ کے پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیئے اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارا کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہے۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولائے جل شانہ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکام شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت

میں راسخ اور ثابت قدم ہو گا۔ اسی قدر ہوائے نفس سے دور تر ہو گا کیوں کہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی مقصود نہیں ہے وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ جوگی اور ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہے اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتی سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مبتدا کی تقلید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا کیوں کے ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بے خودی کی وہ کیفیت جس کے لیے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہت سے معراہے اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند کے برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی

کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالی اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔ اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیوں کہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے اور اسم وصفات سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کے اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہے۔

من عرف اللہ کل لسانہ(جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ **الحمد للہ رب العالمین وصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین والہ الطاہرین و علیھم اجمعین:** اللہ رب العالمین کی حمد اور حضرت سید المرسلین ﷺ اور آپکی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب 168

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی بلند شان اور ان لوگوں کے حال کی شکایت بیان کرنے میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ میں کئی طرح کے محدثات و مخترعات کو رواج دیا ہے اور اس مناسب بیان میں مخدوم زادہ المکنی یعنی خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین وصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین والہ الطاہرین و علیھم اجمعین سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوۃ و سلام ہو حضرت سید المرسلین ﷺ اور انکی آل پاک پر۔

اس کے بعد بہت سی دعائیں اور بے شمار تحفے مشائخ کرام کے برگزیدہ اور اولیائے عظام کے نتیجہ یعنی سیدھے راستے پر چلنے والے حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاء کی خدمت شریف میں پہنچا کر اشتیاق اور آرزو مندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کیف الوصول الیٰ سعاد و دونہا
قلل الجبال ودرنھن خیوف

ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے اور سماع ورقص و تواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے ان سے منع کیا ہے اور خلوت چلہ جو صدر اول میں نہ تھا۔ اس کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ اسی سبب سے بڑے بڑے نتیجے اس التزام پر مترتب ہوئے ہیں اور بہت قسم کے فائدے اس اجتناب سے حاصل ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ابتدا میں مندرج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کی کلام دلی مرضوں کی دوا ہے اور ان کی نظر باطنی امراض کی شفاء ہے۔ ان کی بزرگ توجہ طالبوں کی دونوں جہان کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند که براندازره پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک ره جاؤبہ صحبت شان میبردوسوسہ خلوت و فکر چلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

دل سالک سے ان کا جذبہ صحبت گھڑی میں مٹادیتا ہے خلوت کے خیالات اور چلے کو

لیکن ان دونوں میں کہ وہ نسبت شریفہ عنقاے مغرب ہوگئی ہے۔ اور بالکل پوشیدہ ہوگئی ہے اسی گروہ میں سے ایک جماعت نے اس دولت عظمٰی کے نہ پانے اور اس نے نعمت اعلیٰ کے گم ہونے پر ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں جو ہر نفیسہ کو چھوڑ کر چند حزف ریزہ یعنی ٹھیکریوں پر خوش ہوئے ہیں اور بچوں کی طرح جوزہ مویز پر آرام کیا ہے اور نہایت بے قراری اور حیرانی سے اپنے بزرگوں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں اور خلوت در انجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسی بدعتوں کو اس نسبت شریفہ کی متمم اور مکمل خیال کرتے ہیں اور اس بردباری کو عین آبادی گنتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف عطا کرے اور اس طریقہ کے بزرگواروں کے کمالات کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچائے۔ **"بحرمت النون والصاد وبحرمت النبی والہ الامجاد علیہ وعلیھم الصلوۃوالسلام"** اور چونکہ اس قسم کی بدعتیں اس ملک میں یہاں تک پھیلی ہوئی ہیں کہ بزرگواروں کے اصل طریق کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف و خسیس نے نئی اور جدید وضع اختیار کرلی ہے اصل اور قدیم طریق کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اس لئے دل میں گزرا کے تھوڑا سا یہ ماجرا اس بلند بارگاہ کے خادموں کی خدمت میں ظاہر کرے اور اس وسیلہ سے اپنی درد دل کو نکالے۔ نہیں معلوم کہ حضرت مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہم نشین ہے اور محفل کا مونس کون سا فرقہ ہے۔

خوابم بشداز دیدہ درین فکر جگر سوز کاغوش کے شد منزل آسائش خوابت

ترجمہ: تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی

کے سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی پاک جناب کو ان آفات کے عموم سے بچائے اور آپ کی بلند بارگاہ کو اس ابتلاء کے شمول سے محفوظ رکھے۔

میرے مخدوم ومکرم! اس طریقہ علیہ میں ان لوگوں نے یہاں تک احداث وابداع کو رواج دیا ہے۔ کے اگر مخالف یہ بات کہیں کہ اس طریق میں بدعت کا التزام اور سنت سے اجتناب ہے تو بجا ہے۔ نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں اور لوگوں کو اس پر ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء نے نوافل کا جماعت سے ادا کرنا نہایت ہی مکروہ کہا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ اور بعض فقہاء نے دو تداعی کو جماعت نفل میں کراہت کی شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی جماعت نفلی کا جواز مسجد کے کونے میں مقید کیا ہے اور تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ فرمایا ہے اور نیز نماز تہجد کی تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کے بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے کیوں کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ہے۔ حالانکہ یہ علم و عمل بھی سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں ان میں وتر بھی شامل ہیں اور نماز تہجد کی رکعتوں کا فرد اور طاق ہونا رکعات وتر کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے نہ کہ جیسا کہ ان بزرگواروں نے خیال کیا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لیے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے کے آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

تعجب کی بات ہے کہ بلاد ماوراء النہر ہی میں جو علمائے حق کا موئی و مسکن ہے۔ اس قسم کی بدعتیں رواج پا گئی ہیں اور اس قسم کی مخترعات اور من گھڑت باتیں شائع ہو گئی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر انہی کی برکات سے علوم شریعہ حاصل کرتے ہیں۔

واللہ سبحانہٗ الملہم للصواب: اور اللہ تعالیٰ ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

"ثبتنااللہ سبحانہ وایاکم علی جادہ الشریعۃ المصطفویہ علی صاحبھا الصلوۃوالسلام والتحیۃ ویرحم اللہ عبداقال اٰمینا"

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی ﷺ کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا ہے۔